TARZ-E-BAYAN

2020-2021

Journal of Department Of Urdu

Volume -V

Shri Shikshayatan College
11, Lord Sinha Road
Kolkata-700 071
www.shrishikshayatancollege.org

SHRI SHIKSHAYATAN COLLEGE

11, Lord Sinha Road, Kolkata-700071

Phone No. 22826033 / 22827296

H.O.D. URDU

Dr. Shaheen Parveen

شری شکشایتن کالج

۱۱/ لارڈ سنہا روڈ، کولکاتا-۷۱

فون نمبر: ۷۲۹۶-۲۲۸۲/۶۰۳۳

صدر شعبۂ اردو

مدیرہ: ڈاکٹر شاہین پروین

”ادب بنیادی طور پر انسانی جذبات واحساسات کے
اظہار سے عبارت ہے۔ یہ اظہار تخلیقی تحریک اور
میلان کا نتیجہ ہے۔“

(آل احمد سرور)

”وہ (تخیل) ایک قوت ہے کہ معلومات کا ذخیرہ جو
تجربہ یا مشاہدہ کے ذریعے سے ذہن میں پہلے سے
مہیا ہوتا ہے یہ اس کو مکرر ترتیب دے کر ایک نئی
صورت بخشتی ہے۔“

(الطاف حسین حالی)

CONTENT

۱- رضیہ بٹ کے ناول داستان کا تجریاتی مطالعہ

Razia Bat ke Navial Dastan ka Tazyati Motala

۲- کالج کا پہلا دن

College ka Phela Din

۳- ایشور چندر ودیا ساگر اور عورتوں کی تعلیم

Ishwar Chandar Vidyasaagar Aur Autron Ki Taalim

۴- ودیا ساگر اور عورتوں کی تعلیم

Vidyasaagar Aur Aurtoon ki Taalim

۵- مولانا ابوالکلام آزاد

Maulana Abul Kalam Azaad

۶- ڈاکٹر عبدالکلام کے مشہور اقوال

Dr. Abdul Kalam Ke Mashhoor Sawal

۷- صبر اور عقل مندی سے کام لینا چاہیے

Sabar Aur Aqalmandi Se Kam Lena Chahiye

۸- رپورٹ

Report

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے)

قارئین آداب !

''طرز بیاں'' کا یہ پانچواں شمارہ آج آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ یہ بہت ہی خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آج ہمارے بچوں کے اندر بھی ادبی تحریک جاگ گئی ہے۔ تعریف تو اس بات کی ہے کہ اس طرح کے حالات میں جب ساری دنیا لاک ڈاون کا شکار ہے، تمام کالج اور اسکول بند پڑے ہیں، Covid جیسے مرض میں نہ جانے کتنے لوگ جاں بحق ہوئے اسے میں طلباء کا پڑھائی کے ساتھ ساتھ دوسرے کاموں کی طرف توجہ دینا بڑی خوش آئند بات ہے۔ منزل کی جانب اٹھنے والا پہلا قدم ہی سب سے اہم ہوتا ہے اور اس کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت پیش آتی ہے۔

''طرز بیاں' کا یہ خصوصی شمارہ شری شکشایتن کالج کولکاتا کے پرخلوص طلباء کے علاوہ شعبۂ اردو کی صدر ڈاکٹر شاہین پروین کی انتھک محنت کا مثبت نتیجہ ہے، کامیاب زندگی علم و ہنر اور جدوجہد سے عبارت ہے، اور یہ محترمہ شاہین صاحبہ کے اندر پایا جاتا ہے۔ جس کو وہ اپنے بچوں میں منتقل کر رہی ہیں۔

''طرز بیاں'' کی اشاعت کا مثبت نتیجہ اس بات ثبوت ہے کہ شعبۂ اردو کی علمی و ادبی سرگرمیاں کافی بہتر ہے۔ طلباء کی کامیابی زندگی کے مختلف میدانوں میں ہو رہی ہے، کالج اور یونیورسٹی کے امتحان میں نمایاں نمبر حاصل کرنا شعبۂ اردو کے لئے بڑا اعزاز ہے، اس کے علاوہ طلباء طلائی تمغوں سے بھی نوازے گئے جس کے لئے ہم رب کریم کا صمیم قلب سے شکر گزار ہیں، خدا کرے کامیابیوں کا یہ سلسلہ یوں ہی رواں دواں رہے۔ آمین!

اس کام کو انجام دینے میں کالج کی پرنسپل ڈاکٹر ادیتی دے کا میں دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ہر لمحہ میری ہمت افزائی کی ساتھ ہی کالج کے دوسرے ممبران کا بھی دل سے ممنون ہوں۔

ہم ''طرز بیاں'' کے قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ مطالعہ کے بعد طلباء کی ترقی کے لئے دعا گو رہیں۔

مدیرہ

ڈاکٹر شاہین پروین

رضیہ بٹ کے ناول 'داستان' کا تجزیاتی مطالعہ

Razia Bat ke Novel Dastan ka Tazyati Motala

رضیہ بٹ ایک ایسی ناول نگار ہیں جن کے ناولوں میں ہندو مسلم مشترکہ تہذیب ، مذہبی عقیدوں کی ہی پیروی کرتی نظر آتی ہیں۔ ان کی ناول " داستان " ایک ایسی ناول ہے جس کے کرداروں میں اپنی ایک الگ پہچان ہے۔ناول کئی کرداروں پر مشتمل ہے۔لیکن بانو اور حسن ان سب میں خاص اہمیت کے مالک ہیں۔جن کی قربانی ،زبان ،اور کردار کی پاکیزگی کی مثال سازو نادر ملتی ہے۔رابعہ بھی ان میں شامل ہے لیکن اس کے کردار میں وہ لچک نہیں ہے۔بہر حال کہانی کچھ اس طرح ہے کہ آزادی سے قبل جب ملک میں فساد کے بیج بوئے جارہے تھے ملک کو تقسیم کرنے کی باتیں ہو رہی تھیں ایک ہی گھر میں کئی کئی پٹیاں بن گئی، بھائی بھائی سے جدا رہنے لگا نفرت کی آگ دل ہی دل میں جلنے لگی دوست واحباب رشتہ داروں اور محلوں میں خون کی ندی بہنے لگی۔جن کی دوستی پر ناز تھا وہ بے دردی سے کچلنے لگے گھر کی عورتوں کی عزت تار تار کر دی گئی نتیجاً تن ہندوستان اور پاکستان کے بیچ ایک دیوار حائل ہوگئی ہندوستانوں میں جو مسلم تھے ان کو چن چن کر گائے ، بکری کی طرح ذبح کیا گیا اور جو باقی بچے ان کو گھر سے باہر نکال کر ان کے گھروں میں قبضہ کرلیا گیا۔

ناول نگار نے اس واقع کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔حسن جو خوبرو نوجوان جامعہ کا طالب علم تھا اور مسلم لیگ کا مشہور نمائندہ جس نے اپنی تقریر سے خاندان کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا خواتین کا ایک گروہ بھی تیار کرلیا جو اس کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہی تھیں۔لیکن سلیم جو اس کے خالو تھے وہ کانگرس پاٹی میں تھے اور ایک لفظ بھی کانگرس کے خلاف سننا پسند نہیں کرتے تھے جبکہ ثریا یعنی سلیم کی بیوی بھی مسلم لیگ کی طرف داری کرتی تھیں اس بات کا علم جب سلیم کو ہوا تو اس نے اس کا میکہ جانا بند کر دیا مگر بانو جو حسن کی منگیتر تھیں اس نے اپنے والد سے اجازت مانگی کہ میں اپنی عظیم ملک کے خاطر کچھ کرنا چاہتی ہوں تو اس کے والد نے اس کو اجازت دے دی جس پر سلیم بہت خفا ہوا تو بانو کہتی ہے کہ میرا باپ ابھی زندہ ہے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ۔اور پھر بہت ہی جوش وخروش کے ساتھ وہ کام میں مصروف ہوگی جلسوں میں شرکت کرنے اور اشتہار وغیرہ ہاتھوں سے لکھنے میں حسن کی مدد کرنے لگی۔مگر حسن کا تبادلہ جب لاہور ہو گیا اور وہ اپنی والدہ کو ساتھ لیکر روانہ ہوا۔اس " بانو حسن سے کہتی ہے کہ کیا تم میرا انتظار کروگے"۔حسن جواب میں کہتا ہے کہ میں اپنی زندگی تمہارے نام کر چکا ہوں تم میری ہو اور آخری سانس تک رہوگی۔"

مگر افسوس کہ حالات اس قدر بگڑے کے چند دنوں میں سارا محلہ دشمنوں کے نذر ہو گیا جگہ جگہ لاش نظر آنے لگی گھر جل کر خاکستر ہو گئے آنکھوں کے سامنے سارے خاندان کو خون میں لت پت دیکھ کر بانو خوف ذدہ ہوگئی خاندان کے سارے افراد یکے بعد دیگر موت کی آغوش میں چلے گئے صرف بانو اپنی والدہ کے ساتھ فرار ہو سکی لیکن راستہ میں دوسرے دہشت گرد نے ان کی والدہ کو بھی مار ڈالا اور بانو اکیلی ایک رفیوجی کیمپ میں پناہ لی کئی دنوں کے بعد اسے خواتین کے گروہ کے ساتھ پاکستان کے لئے روانہ کیا گیا لیکن راستہ میں چلتی ریل میں حملہ ہوا اور پھر وہاں بانو ایک سکھ کے شکنجہ میں آگئی اس نے بانو کو اپنے گھر لے آیا شروع شروع میں تو اس کی دل جوئی کی مگر پھر اس کی نیت خراب ہوگئی۔سکھ (بسنت) اس پر عاشق ہو گیا اور اپنی ماں سے کہا کہ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے اور کھانا کپڑے کا خاص خیال کرے میں اسے سکھ مذہب میں لاکر شادی کرلوں گا لیکن بانو کی

مرضی شامل نہیں وہ مذہب اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب کو قبول کرنے پر تیار نہیں وہ قرآن کی تلاش میں ہمسایہ کے گھر گئی مگر مایوس لوٹ آئی آخر کار بسنت کی ماں ایک دن اسے لیکر گرودوارہ گئی تو موقع ملتے ہی وہ کسی کونے میں جا کر نماز ادا کرنے لگی۔ بانو کے احتجاج کرنے پر بھی وہ یعنی بسنت نہیں مانا اور اسے زبردستی اپنی بیوی ماننے لگا۔ کافی عرصہ گزر گیا اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن وہ یہ سب قبول کرنے کو تیار نہیں وہ ایک گالی جھگی بات بات پر اپنے عظیم پاکستان جانے کی ضد کرتی کسی طرح بھی وہ نہیں مانتی تو ایک دن غصہ میں آکر بسنت چھت سے کود گیا۔ موقع کو غنیمت جان کر وہ وہاں سے بھاگ نکلی اور کسی طرح پاکستان لاہور پہنچ گئی وہاں کچھ دن امدادی گھر میں رہی اور پھر وہاں کے کارکن کو حسن کا پتہ بتا دی تو ان لوگوں نے بہت مشکل سے اسے حسن سے ملا پائے۔

دوسری طرف حسن ہر وقت بانو کی یاد میں گم سم رہتا اور سگریٹ نوشی میں غرق رہتا اس کی والدہ پریشان رہتی اور اسے شادی کے لئے کہتی تو وہ کہتا کہ بانو سے منگنی ہوئی ہے تو شادی بھی اسی سے ہوگی، جواب میں وہ کہتی کہ "کب تک انتظار کروگے مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا اپنی زندگی جیو"۔ لیکن اس کی انکار اقرار میں نہیں بدلی اچانک حسن کی خالہ اپنی بیٹی رابعہ اور بیٹا ارشد کے ساتھ لاہور آئیں۔

شروع شروع میں تو حسن رابعہ سے دور دور رہا مگر پھر اس کی طرف مائل ہونے لگا سیر و تفریح میں ساتھ لے جانے لگا۔ لیکن رابعہ جب واپس کراچی جانے لگی تو حسن نے اس سے کہا کہ "تم مت جاؤ خدارا مت جاؤ میں بہت اکیلا ہوں تم مجھے چھوڑ کر مت جاؤ"۔ جواب میں رابعہ کہتی ہے کہ میں آپ کو روزآنہ خط لکھوں گی۔ رابعہ کے واپس جانے کے بعد حسن کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے تم سے اجازت کے بغیر خالہ سے تم دونوں کی شادی کی بات کی تھیں اور وہ اب جواب میں ہاں کہتی ہیں تم کیا کہتے ہو تو حسن ایک سعادت مند اولاد ہونے کا فرض ادا کرتا ہے۔ اور پھر حسن کی منگنی رابعہ سے ہو جاتی ہے۔ لیکن قسمت کی ستم ظرفی کہ جب واپس آتا ہے تو بانو کا پتہ حسن کو ملتا ہے اور وہ بانو زندہ ہے کہتا ہوا اس ادارے تک پہنچ جاتا ہے جہاں بانو قیام پذیر تھی۔ بانو کو ساتھ لیکر جب گھر آیا تو حسن کی والدہ کو ناگوار گزرہ اس لئے کے اب حسن بانو کے ساتھ سارا سارا دن ہوتا اور دفتر کے کاموں میں بھی وقت نہیں دیتا اور رابعہ کے خط کا جواب دینا تو دور کی بات خط پڑھنا بھی نہیں چاہتا، اس تبدیلی کو محسوس کر کے ان کی والدہ کہتی ہیں کہ تم بانو کو چھوڑ دو وہ ایک ذہنی مریضہ ہے ،اور میں اپنے اکلوتے بیٹا کی شادی ایسی لڑکی سے نہیں کرنا چاہتی تو وہ رابعہ سے منگنی توڑ دینے کا اعلان کرتا ہے۔ لیکن جب بانو کو سب باتوں کا علم ہوا تو اس نے حسن سے التجا کی کہ تم رابعہ سے شادی کرلو وہ اچھی لڑکی ہے، تم واحد شخص نہیں جو میری زندگی کی ذمہ داری تم اٹھاؤ یہاں تو سب مسلمان ہیں سب بھائی بھائی ہیں میں کہیں بھی چلی جاؤں گی، یہ کہہ کر وہ وہاں سے فرار ہو جاتی ہے۔ حسن دیوانہ وار اس کو تلاش کرتا ہے مگر ناکام ہوتا ہے اخبار میں اشتہار بھی دیا لیکن بانو کی کچھ خبر نہیں ملی آخر تھک ہار کر رابعہ سے شادی پر آمادہ ہو گئے۔ نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی تیاریاں ہونے لگی دلہن کا لباس تیار کرنے کے لئے جہاں گیا تھا اتفاق سے بانو وہیں قیام پزیر تھی لباس دیکھ کر بانو کہتی ہے کہ یہ کس کا ہے بہت خوب صورت ہے، تو معلوم ہوا کہ رابعہ کا ہے اس کے جواب پر بانو کی آخری امید دم توڑ گئی۔ اور وہ بالکل خاموش سی رہنے لگی دوسری طرف جب لباس لیکر وہ رابعہ کے گھر گئی تو اس کے شوہر کا نام دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حسن سے رابعہ کا نکاح ہو رہا ہے اس طرح رابعہ کو معلوم ہو گیا کہ بانو حیات سے ہے وہ اس کے ساتھ آئی اور بانو کو راضی کی کہ وہ حسن سے شادی کر لے میں حسن کو راضی کرلوں گی بہت پس و پیش کے بعد حسن تیار ہو گیا اور رابعہ نکاح خواہ کو کہلاتی ہے کہ ابھی اس کی ایک سہلی نہیں آئی ہے تو میں اس کا انتظار کروں گی، کافی تاخیر سے بانو وہاں حاضر ہوتی ہے جب لوگ رابعہ سے اجازت لینے جا چکے ہوتے ہیں ،وہ بہت ہی بدحواس خون سے لت پت جاتی ہے اور حسن سے لپٹ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے بسنت کو مار ڈالا ہے اور اب کوئی بسنت نہیں آئے گا کہتی ہوئی بے ہوس ہو جاتی ہے۔ رابعہ اور حسن نئی زندگی کی شروعات کرتے ہیں اور بانو دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک کمرہ میں قید زندگی کی

آخری لمحوں کا انتظار کرتی ہے۔

اس کہانی سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے اس میں تقسیم ہند کا المیہ چھپا ہوا ہے۔ دو ملکوں کے بٹوارے نے دلوں کا بٹوارا بھی کر دیا ہے جس میں ہنوز نفرت، عداوت اور دشمنی گھولی ہوئی ملتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس آگ نے دو دلوں کو اس طرح جھلسا کے رکھ دیا ہے اور مایوسیاں اس قدر شباب پر آچکی ہیں کہ انسانی زندگی نہ ختم ہونے والے تعفن اور علم ناگی میں اس طور پر سسک رہی ہے کہ سماجی نظام مضمحل اور الفت کی کلی پرمردہ نظر آتی ہے۔ اسی صورت سے دو چار کہانی میں دو ملکوں کی معاشرتی زندگی کو اس موڑ پر لا دیا ہے جہاں زندگی دھنک اور بے کلی کے درمیان الجھی نظر آتی ہے نتیجتاً تن معاشرتی نظام کا المیہ مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کہانی دو ملکوں کے افسردہ حقائق کا ایک اہم گوشہ ہے جسے کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

Dr. Shaheen Perveen

Department of urdu

First Day of my college۔۔۔۔۔۔کالج کا پہلا دن

زندگی کی یادگار دنوں میں سے ایک دن مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۹ کی میری زندگی میں آیا وہ دن میرے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ میں نے اسکول کا سفر طے کرنے کے بعد کالج کے دروازے پر قدم رکھا تھا۔ اور ایک ایسا کالج جس کی شہرت کا نعرہ پورے ملک میں ہو رہا ہے۔ وہ ہے شری شکشایتن کالج۔ مجھے فخر ہے کہ میں بھی آج اس کالج کی طلباء ہوں۔

مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۹ء کو صبح ۹ بجے میں اپنے گھر سے کالج کے لئے روانہ ہوئی وقت سے پہلے ہی میں کالج پہنچ گئی تھی۔ میں بہت گھبرائی ہوئی تھی کیونکہ میرا داخلہ کالج کے شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہوا تھا میں کچھ نہیں جانتی تھی کہ میرا کلاس کہاں ہے مجھے کہاں جانا ہے، میری ٹیچر لوگ سب کیسی ہونگی مجھے کس طرح کے دوست ملے گے کس طرح ہم ان لوگوں سے ملے گیں سبھی خیالات ایک ساتھ میرے دماغ میں آنے لگے، میں سیڑھی سے اوپر گئی نوٹس بورڈ کی مدد سے میں نے اپنا کلاس روم معلوم کیا، میں بہت خوش اور پر جوش تھی کہ میرا کلاس روم کیسا ہوگا۔ جب میں کلاس روم پہنچی تو میرا کلاس روم میرے تصور سے ٹھیک الٹا تھا میں روم کے اندر داخل ہوئی وہاں پہلے سے ہی باقی سب طلباء موجود تھے۔ میں جا کر فرسٹ بینچ پر بیٹھ گئی، کلاس کی ایک لڑکی سے میں نے پوچھا کے پول سائنس (Political Science) میں کیا کیا ہوا ہے، چونکہ میں Political Science میں انرس کر رہی ہوں، اس نے کہا کہ "بہت کچھ" ہو چکا ہے۔ یہ سنتے ساتھ ہی میں بہت گھبرا گئی، پھر اس نے اپنا کاپی دیا میں نے سارے نوٹ کا فوٹو اپنے فون میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی Political Science کی ٹیچر کو دیکھا انکا کلاس مجھے بہت پسند آیا۔ اس کے بعد ایک دوسری ٹیچر آئیں وہ بھی اپنا کلاس کرا کر چلی گئی۔ ان دنوں ہمارے جنرل کلاس نہیں ہو رہے تھے اس لئے کلاس کرنے کے بعد مجھے لائبری بھی دیکھنے کی خواہش ہوئی پر اس وقت ہمارے پاس شناختی کارڈ نہیں تھا اس لئے میں جا نہیں سکی۔ پھر میں کالج کی احاطہ کے دوسرے طرف کا سیر کرنے چلی، پہلی منزل سے چوتھے منزل کا ہر کمرہ، کینٹین اور کومن روم کی سجاوٹ کو دیکھ کر میں حیران ہوگئی۔

کالج کا پہلا دن بہت ہی خوبصورت تھا میرے لئے پر مجھے اس بات کی بھی افسوس ہے کہ میرا داخلہ ایک ہفتے بعد ہوا جس کا افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا، کیونکہ اس دن ہمارے کالج کی "ہیڈ مسٹریس اور تمام ٹیچر ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اور ہیڈ مسٹریس اپنی لیکچر میں کالج کی تعلیمی معیار اور دوسرے کاموں کی جانکاری فراہم کیں اور ہمیں کس طرح اپنی زندگی میں آگے بڑھنا ہے اور کس طرح پڑھائی کرنا ہے وغیرہ وغیرہ

اور کون سی ٹیچر کس شعبہ کی ہیڈ اف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں، ان سے ملاقات کروائیں یہ سب مجھے دوستوں کے ذریعہ معلوم ہوا جس کا ملال مجھے ہمیشہ رہے گا۔

کالج کا پہلا دن کا تصور آج بھی میرے ذہین میں تازہ ہے، اس یادگار دنوں کو بھولنا میرے لئے ناممکن ہے۔ یہ دن میری زندگی کی یادگار دنوں میں سے ایک ہے۔ میری خواہش ہے کہ کالج کے کامیاب طلباء میں میرا نام بھی شامل ہو اور مجھے بھی زندگی میں کافی شہرت و قابلیت ملے جس کی وجہ سے کالج میں میری بھی پہچان ہو۔

ALVI FATIMA
B.A. (SEMI)

ایشور چندر ودیا ساگر اور عورتوں کی تعلیم

بنگال کے جن اہم شخصیتوں نے سماج کی برائیوں کو دور کر کے اسے نئی روشنی دکھائی ان میں ایشور چندر ودیا ساگر کا نام بھی سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ ایشور چندر کی پیدائش ۲۶ ستمبر ۱۸۲۰ء میں بنگال کے مدنا پور ضلع کے گاؤں ویر سنگھا میں ہوئی ان کے والد ٹھاکر داس بندھو پادھیائے ایک گریب برہمن تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک پاٹھ شالہ میں ہوئی۔ ان کے استاد کالی کانتا نے ان کے والد کو مشورہ دیا کہ وہ انہیں آگے کی پڑھائی کے لئے کلکتہ شہر لے جائیں ان کے مشورے پر وہ ۱۸۲۸ء میں کلکتہ چلے آئے اور یہاں کے سنسکرت کالج میں ۱۱ سال تک تعلیم حاصل کی۔ وہ قابل اور ذہین طالب علم تھے۔ ان کی ان ہی ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے انہیں "ودیا ساگر" کے خطاب سے نوازہ گیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے ۱۸۴۱ء میں سنسکرت کے ہیڈ پنڈت کے عہدے پر فائز ہو کر اپنے کام کی شروعات کی۔

ایشور چندر ودیا ساگر نے عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی کام کیا انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ عورتیں اگر تعلیم یافتہ نہیں ہوگی تو ان کی حالت کبھی درست نہیں ہو سکتی ہے۔ انہوں نے ۱۸۴۹ء D.W. Bethune اور کچھ بنگالی افراد کی مدد سے عورتوں کی تعلیم کے لئے فری اسکول قائم کی۔ اور اس اسکول کا نام Hindu Famale school, calcutta Female school وغیرہ رکھا۔ ۱۸۵۰ء میں ایشور چندر ودیا ساگر ان اسکولوں کے سکریٹری بھی رہے۔ انہوں نے تعلیم نسواں کو بڑھاوا دینے کے لئے طالب علموں کو کہتے ہیں کہ "لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت بڑی توجہ اور محبت سے کرنی چاہئے"۔

ایشور چندر ودیا ساگر نے ۱۸۵۳ء میں بیر سنگھا جو ان کی پیدائشی جگہ تھی، وہاں انہوں نے ایک نائٹ اسکول شروع کیا۔ جو بعد میں ان کی ماں کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ ۱۸۵۴ء میں Wood Despatch نے ہندوستانیوں کی تعلیمی ترقی میں یہ بات کہی کہ عورتوں کی تعلیم کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ ایشور چندر ودیا ساگر نے طالبات کے لئے ایک اسکول کی بھی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۵۸ء میں انہوں نے مختلف لوگوں کی مدد سے ہگلی، مدنا پور، کلکتہ، کے ضلعوں میں تقریباً ۳۵ا اسکول قائم کئے۔

ایشور چندر ودیا ساگر کا ماننا تھا کہ انسان سب سے پہلے جس زبان کو سیکھتا ہے وہ اس کی مادری زبان ہے۔ مادری زبان کا پورا استعمال سب سے پہلے ہونا چاہئے اس کے بعد ہی کسی مضامین کی شروعات ہونی چاہئے ان کے رائے کے مطابق انگریزی کا علم جاننا بھی ضروری ہے۔ اس لئے ایشور چندر ودیا ساگر نے عورتوں کی تعلیم میں انگریزی زبان بھی شامل کی۔

ایشور چندر ودیا ساگر کا ایک بڑا کارنامہ بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کروانا تھا ۱۸۴۹ء میں انہوں نے لڑکیوں کی کم سنی کی شادی کے خلاف اور بیواؤں کی دوبارہ شادی کے حق میں ایک مضمون لکھا اس کا لائن ملاحظہ ہو۔

"کسی عورت کو دوبارہ شادی کی اجازت ہے، اگر اس کا شوہر کی موت ہو جائے یا خاوند بچہ پیدا کرنے کا اہل نہیں ہو"

آخر کار ۱۹ جولائی ۱۸۵۶ء کو دفعہ XV کے تحت بیواؤں کو دوسری شادی کا حق مل گیا۔ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایشور چندر ودیا ساگر خود ایک کم سن بیوہ لڑکی سے شادی کی۔ اس کے بعد بیواؤں کی شادی کا سلسلہ عام ہونے لگا۔

ایشور چندر ودیا ساگر نے بنگال کی تاریخ میں عورتوں کے لئے جو کام کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

Fatma Kalam
B.A (Urdu General)

ودیا ساگر اور عورتوں کی تعلیم

VIDYASAGAR AND WOMEN EDUCATION

ایشور چندر ودیا ساگر۔ ایشور چندر ودیا ساگر کی پیدائش ۱۸۲۰ء گاؤں بیر سنگھا، ضلع میدنی پور میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام ٹھاکر داس بندوپادھیائے اور ماں بھاگوتی دیوی تھی۔ انہوں نے اپنی تعلیم ''سنسکرت کالج کلکتہ'' سے پوری کی۔

انیسوی صدی عیسوی میں ہندوستانی حیات نو میں ودیا ساگر کا ایک اہم کردار ہے۔ انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے عورتوں کو بااختیار بنانا اور ان کی عظمت اور خوشحالی کے لئے پرجوش ہوکر کام کیا ہے۔ ایشور چندر ودیا ساگر ماہر تعلیم اور اسکالر (عالم) تھے۔ ودیا ساگر ایک کثیر الاطراف شخصیت کے مالک تھے۔ ایک اچھا عالم اور اس کالر کے علاوہ وہ ایک سماجی مصلح (Social reformer) کو بھی لیڈ کرتے تھے۔ انہوں نے ''سماجی حیثیت اور عورتوں کو عزت دو'' کی جانکاری کی اس کے علاوہ ان کے زمانے میں عورتوں کے ساتھ جو ناانصافی ہوتی تھی اس کا بھی تجربہ کیا آخر میں وہ اس نتیجہ میں پہنچے کے عورتوں کو بھی عزت واحترام اور آزادی دینی چاہیئے اور ان کو بھی ہر چیز میں برابر کا حصہ لینے کا حق ملے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے عورتیں معاشراتی برائی کے مشکلات، بدعنوانی، خرابی سے باہر آئیں اور اپنے اندر خود عتمادی پیدا کریں۔

ایشور چندر ودیا ساگر نے عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی زور دیا، خواتین کے پاس چونکہ تعلیم کی کمی تھی جس کی وجہ سے وہ سماجی بدعنوانی کا شکار تھیں، اس وقت عوامی حق، اور زندگی کی مقصد سے محروم تھیں۔ اشیور چندر کی نگاہ میں تعلیم ایک ایسا تحفہ ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر انہوں نے بنگال میں ایک سماجی تحریک شروع کی، یہ سماجی تحریک خواتین کو تعلیم دینے، برابری کا حق حاصل کرنے، آج کے ترقی یافتہ دور میں مردوں کے شانہ با شانہ چلنے اور انہیں سماجی خرابیوں سے نکلنے کے لئے تھا۔ **ایشور چندر ودیا ساگر** کا یہ قدم بہت مبارک ثابت ہوا، عورتوں کی ترقی، بھلائی، خودمختاری، بلندی، ایک سنگ میل بن گیا۔ اس طرح سے **ایشور چندر ودیا ساگر** ایک ''کشف'' کا ذریعہ بھی بن گئے ہیں لوگوں کے لئے۔

اس وقت عورتوں کی سماجی حالت، خاص کر ہندوؤں کے اندر قابل رحم تھا۔ آخر کار ودیا ساگر نے عورتوں کا دوبارہ شادی کرنے کا رواج شروع کیا یہ کام اتنا آسان نہیں تھا پھر بھی انہیں کامیابی ملی اس کے علاوہ انہوں نے ستی کے رسم کے خلاف بھی بغاوت کی۔ بیوہ کی شادی دوبارہ کروانے کا مقصد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے سب سے پہلے اپنے بیٹے نارائن چندر بندوپادھیائے کی شادی ایک بیوہ سے کروائی۔

ایشور چندر ودیا ساگر نے عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بہت جدوجہد کی ہیں وہ بے شک ایک تاریخی نشان ہے۔
انہوں نے بنگال میں بہت سارے تعلیمی ادارے بھی قائم کیئے۔ میٹروپولیٹن اسکول کی بنیاد بھی ودیا ساگر نے بنگال میں ڈالی۔ تمام لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے لگیں، مذہب کی کوئی قید نہیں تھی بلکہ ہر مذاہب کی لڑکیاں یہاں آکر تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ اس اسکول کا مقصد عورتوں کو خودمختار، اور خودکفیل بنانا تھا۔

ایشور چندر کا ایک قول پیش کرتی ہوں

"It dose not matter how great one has become, he must remember (the glory of) his post."

ایشور چندر نے تقریباً ۳۵ اسکول بنگال میں لڑکیوں کے لئے کھلے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے میموریل فنڈ، ناری شکسھا بندر کی بھی بنیاد ڈالی۔ انہیں کی کشف کے نتیجہ میں بیتھون اسکول (Bethune School) جو ہندوستان کا پہلا اسکول ہے لڑکیوں کے لئے ۱۸۴۹ء کو کلکتہ میں وجود میں آیا۔ اس کی بنیاد John Elliot Drinkwater Bethune نے ڈالی جو ۱۸۷۹ء میں ایشاء کا سب سے پہلا کالج تھا جو لڑکیوں کے لئے وجود میں آیا۔

آج بھی بہت سی جگہوں میں عورتوں کو عزت اور خودمختاری حاصل نہیں۔ عورتیں ابھی بھی تعلیم سے محروم ہیں زیادہ تر گاؤں کے علاقوں کے طرف عورتوں کی تعلیم پر کم توجہ دی جاتی ہیں۔ یہ بہت ہی شرمندگی والی بات ہے کہ تقریباً ۱۲ میلین سے زیادہ لڑکیاں جن کی عمر دس سال سے بھی کم ہوتی ہیں ان کی شادی کروا دی جاتی ہیں۔ انہیں سب چیزوں کو ہٹانے اور دور دفعہ کرنے کے لئے ہمیں بھی ایشور چندر کے طریقوں کو اپنانا چاہیئے اور ان کی طرح آواز بلند کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عورتوں کی خودمختاری اور آزادی کے بغیر ہمارا سماج کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔

ALVI FATIMA

URDU GENRAL

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم فلسفی اور جنگ آزادی کے رہنما تھے مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمہ گیر شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ان شخصیت کے بہت سے پہلو تھے، وہ اگر مجاہد آزادی تھے تو ایک عالم۔۔۔ بھی تھے وہ عظیم خطیب، عظیم صحافی، بلند پایہ مفکر کے علاوہ شاعر اور بہترین ادیب بھی تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا وہ ۱۸۸۸ء کو دنیا کے مقدس ترین مقام مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے عربی آپ کی مادری زبان تھی۔ مولانا کا بچپن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گزرا انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی انہوں نے تیرہ، چودہ سال کی عمر میں حدیث، فقہ اور منطق پر عبور حاصل کر لی تھی ان کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے رسالہ ''نیرنگ۔۔۔ اگیارہ سال کی عمر میں جاری کیا۔۔۔ میں الہلال نام کا پرچہ نکالا یہ اپنی۔۔۔ کا پہلا پرچہ تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کو بیسویں صدی کے بہترین مصنفین میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ آزاد نے کئی کتابیں لکھیں جن میں غبار خاطر، اور ترجمان القرآن سرفہرست ہیں مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ ادبی وسیاسی میدان میں گزرا الہلال کے بعد انہوں نے البلاغ جاری کیا جس میں ادب، سیاست، معاشرت۔۔۔ کے مسائل بیان کئے جاتے تھے جنگ آزادی کی طویل جدوجہد میں شعلہ بیان مقرر پیدا ہوئے ان میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام سرفہرست ہے۔ مولانا ایک بیباک مقرر تھے جب وہ کسی خاص موضوع پر بات کرتے ۔۔۔۔ کا پرجلال، پروقار انداز ہوتا تھا ان کے اہم کارناموں میں۔۔۔۔ مقام حاصل ہے۔ آپ نہ صرف مسلمانوں کے لئے تعمیری سوچ۔۔۔ شعلہ بیان مقرر اور بیدار جہد عالم بھی تھے بلکہ انگریزوں نے۔۔۔ مجاہد آزادی کے لئے حوصلہ مند سپہ سالار بھی تھے مولانا ابوالکلام آزاد قومی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا تھا۔

''مولانا انڈین نیشنل کانگریس کے اعلیٰ ترین کردار ہیں اور ہندوستانی سیاست کا مطالعہ کرنے والے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو نظر انداز نہ کرے''۔

سیاست میں مولانا کا تقریر خالص وطن پرستی اور ہندو مسلم اتحاد کا تھا اپنی تقریر میں وہ نہایت ہی جذبات کی پیداوار نہیں تھے۔ مولانا کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا کہ

''میں سیاست کا طالب علم ہوں اور میں نے سیاست کی کتابیں ہندوستان میں سب سے زیادہ پڑھی ہیں یورپ کے دور میں سیاست کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور میں سمجھتا ہوں کہ

میں سیاست کے اعلی ترین علم سے واقفیت حاصل کر لی ہے۔لیکن جب ہندوستان پہنچ کر مولانا آزاد سے باتیں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت آگے ہیں۔"

طویل جدوجہد کے بعد ملک میں آزادی ملی تو ملک میں جمہوری حکومت قائم ہوئی ابتداء میں مولانا اس میں شامل نہیں تھے۔ لیکن پنڈت نہرو کے اصرار پر حکومت میں شامل ہوئیاور وزرات تعلم اور سائنس تحقیقات کے علمدار کی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی۔ مولانا آزاد کا ایک اور برا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے فن تعلیم وتربیت کے لئے ۱۹۵۱ء میں کھڑک پور میں ایک Jnsorite کا قیام عمل میں لایا۔مولانا آزاد آخری دم تک ملک کی اعلی تعلم کے لئے ہر وقت کوشاہر ہے۔جدید ہندوستان میں ۱۹۴۷ءسے ۱۹۵۷ءتک فنی تعلیم کی سہولتوں اوران سے استفادہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مولانا کے دور وزرات میں اعلی وفنی تعلم کی ارتقاء کے لئے جو کارنامے انجام دے وہ رہتی دنیا تک ملک کے عوام یادر کھے گی۔

مولانا آزاد کے نام سے ہندوستان میں حسب ذیل تعلمی اور سرکاری ادارے منسوب کئے گئے جن میں مولانا آزاد نیشنل اردو بھوپال،مولانا آزاد میڈیکل کالج نئی دہلی مولانا آزاد نیشنل یونیورسیٹی ہیں۔دیناے ادب اور ملک کا مرد مجاہد ۲۲ فروری ۱۹۵۸ کو ہمشہ کے لئے گل ہو گیا۔

Ayesha Khatoon

URDU (General)

ڈاکٹر عبدالکلامؔ کے مشہور اقوال

۱۔ ہم اپنے مستقبل کو نہیں بدل سکتے، لیکن ہم اپنی عادتوں کو بدل سکتے ہیں، اور اگر ہم اپنی عادتوں کو بدل دیں تو یقیناً ہمارا مستقبل بدل جائے گا۔

۲۔ کسی کو شکست دینا بہت آسان ہے۔ مگر کسی کو جیتنا بہت مشکل ہے۔

۳۔ اگر کسی ملک کو بدعنوانی سے پاک اور خوبصورت ذہن رکھنے والے لوگوں کا ملک بنانا ہے، تو مجھے پختہ یقین ہے کہ معاشرے کے تین بڑے افراد یہ کام کر سکتے ہیں۔ باپ، ماں اور استاد

۴۔ عظیم خواب ہمیشہ، عظیم خواب دیکھنے والے ہی پورہ کرتے ہیں۔

۵۔ خواب وہ نہیں جو آپ نیند میں دیکھتے ہو، خواب وہ ہے جو آپکو سونے نہیں دیتا۔

۶۔ خوابوں کو سچ ہونے سے پہلے ہی آپ کو خواب دیکھنا ہوں گے۔

۷۔ ڈاکٹر عبدالکلامؔ کہتے ہیں۔

پہلے میرے پاس ایک پالتو چڑیا تھی مگر وہ ایک دن موقع پا کر اڑ گئی، پھر میں نے ایک گلہری پالی مگر وہ بھی ایک دن بھاگ گئی۔ پھر

میں نے آنگن میں ایک درخت لگایا اور چڑیا اور گلہری دونوں واپس آ گئے انتظار کرنے والوں کو صرف اتنا ہی ملتا ہے۔ جو کوشش کرنے والوں سے بچ جاتا ہے۔ ہمیشہ کوشش کرو۔ انتظار مت کرو۔

۸۔ سیکھنا تخلیقی صلاحیتوں کو جنم دیتا ہے، تخلیقی صلاحیت سوچنے کا باعث بنتی ہے، سوچنے سے علم مہیا ہوتا ہے اور علم آپ کو عظیم بناتا ہے۔

۹۔ ڈاکٹر عبدالکلامؔ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کامیاب قوموں کے بارے میں نہیں بلکہ ناکام لوگوں اور قوموں کی تاریخ اور کہانیاں پڑھا کرو۔ تاکہ آپ جان سکو کے دنیا میں بے شعوری اور جہالت کی وجہ سے کتنے قومیں برباد اور ختم ہوئے ہیں جن کی آج کی دنیا میں نام و نشان موجود نہیں اور چند کتابوں کے صفحات پر انکی بربادی کے کارستانیاں موجود ہیں۔ ناکام لوگوں کی کہانیاں پڑھنے سے آپ سمجھ جائینگے کہ تباہ ہونے والے قومیں کیسے ختم ہوئے اور ہم خود کو اور اپنے قوم کو اور ان چیزوں سے کیسے دور کریں اور شعور پیدا کریں۔ لہٰذا ہمیشہ ناکامی سے سیکھا رہتا ہے۔

۱۰۔ آیئے ہم اپنے آج کی قربانی دیں تاکہ ہمارے بچوں کی کل بہتر ہو سکے۔

۱۱۔ اگر آپ سورج کی طرح چمکنا چاہتے ہیں، تو پہلے سورج کی طرح جلنا سیکو۔

ALVI FATHMA

B. A. (1st SEM)

صبر اور عقل مندی سے کام لینا چاہیئے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کے میں نے اپنے ابا سے ایک شام کہانی سنانے کی فرمائش کی بہت اصرار کے بعد میرے ابا نے ایک کہانی سنائی کہتے ہیں کے ایک شخص تھا وہ ایک سرکاری دفتر میں کام کرتا تھا کام کے غرض سے دفتر کی طرف سے "سندربن" جانے کا منصوبہ بنا، کل ۲۵ سے ۳۰ آدمی تھے۔ کچھ دن بعد روانہ ہونے کا وقت ہوا سب اسٹیشن میں جمع ہوئے، اسٹیشن سے اتر کر اسٹیمر کے ذریعہ اپنے منزل تک سب پہنچ گئے اس شخص کی بیوی نے اس سے "شہد" لانے کی فرمائش کی تھی تو اس زمانے میں ۵۰ روپۓ بھی بہت ہوا کرتے تھے، وہ شخص اپنے ساتھ صرف ۶۰ روپۓ لیے کر گیا تھا کیونکہ سیر دفتر کی طرف سے تھا تو سارا خرچ دفتر والے کر رہے تھے۔ چار دن کے بعد روانگی تھی تو اچانک اس شخص کی نظر شہد کے دوکان پر پڑی تو وہ شہد لینے گیا، اور دوسری طرف باقی لوگ اسٹیمر میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے جیسے ہی وہ شخص پیچھے مڑا تو دیکھا کے سبھی لوگ چلے گئے وہ سمندر کنارے کھڑے ہو کر اسٹیمر والوں کو آواز دیتا رہا اور اسٹیمر اسکی نظروں سے دور جاتا رہا بے حال اور نا کام ہو کر وہ ایک جگہ بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ اب کیا کرے، اب وہ اپنے گھر واپس کیسے جائے گا کچھ دیر کے بعد اس کی نظر ہاتھ میں پڑی شہد پر گئی جو اس نے مکمل ۶۰ روپۓ میں اپنی بیوی کے لئے خریدا تھا۔ اب اس کے پاس اور پیسے بھی نہیں تھے گھر واپس جانے کے لئے تو اس نے شہد لے کر دوکاندار کے پاس گیا اور شہد واپس کر دی اور وہی روپۓ سے وہ اپنے گھر خیریت سے واپس آ گیا۔

آخر میں آبا نے مجھ سے کہا کے تم جاننا چاہتی ہو کہ وہ شخص کون تھا۔ تو میں نے کہا ہاں جواب میں میرے ابا نے کہا کے وہ شخص میں تھا۔ اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں تھوڑا صبر اور عقلمندی سے کام لینا چاہیئے، اگر ہم عقل اور صبر سے کام لیا کریں تو کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکل جائے گا۔

ALVI FATMA

B. A. (SEM II)

REPORT ACTIVE LEARNING DAY 2019

The Urdu Department of Shri Shikshayatan College organised a Active Learning Day program on August, 2019. Student had to choose the topic according to their oun choice. First year and Second year urdu general students participated in the program along with first year AECC students. It was a one hour program held from 12:40 p.m onwards, along with our departmental teacher Dr.Shaheen Perveen. The program started with talawat-e-Quraan by first year student ALVI FATIMA, 1st year urdu student SABA SHAHEEN from B.Com recited a poem, 2nd year urdu student AFREEN KHAN from B.A General recited a Gazal , ALVI FATIMA from B.A gave a speech on "Whashat Kalkatvi ki Hunarmandi" And at last apoem was recited by AYESHA KHATOON from B.A. Then our Teacher who was also the judge Dr. Shaheen Perveen, announced the result-ALVI FATIMA ,1st year urdu general student got the Best speaker Award and got the First Prize. SABA SHAHEEN got the second prize. The program ended with a vote of thanks from Dr. SHAHEEN PERVEEN.

Student got 1st Prize for Urdu General Subject

Student got prize for the best speaker on Active learning

Vidyasagar competition

Zanab Hassan (Student) with Departmental Teacher